از جناب وحید الدین خان صاحب

داعی کا پیغام

اور

اُس کا کردار

"اے کپڑے کو لپیٹنے والے! اٹھ اور لوگوں کو ڈرا۔ اور اب اپنے رب کی بڑائی کر، اور اپنے کپڑوں کو پاک کر۔ اور گندگی کو چھوڑ دے۔ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ چاہے اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔ بس جب صور پھونکا جائے گا وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا۔ بالکل آسان نہیں ہوگا۔" (سورہ مدثر)

یہ سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں ہیں۔ مدثر ان سورتوں میں سے ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہونے کے بالکل ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق یہ قرآن کی سب سے پہلی سورت ہے۔ یہ وقت وہ تھا جب کہ ایک شخص کو عام انسان کے مقام سے اٹھا کر زمین میں خدا کا نمائندہ مقرر کیا گیا۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی طور پر ایک نہایت نیک نفس اور سلیم الفطرت آدمی تھے۔ آپ جب بڑے ہوئے تو اپنے آپ کو ایک ایسی سوسائٹی میں پایا جہاں ہر طرف شرک تھا۔ بداخلاقی تھی۔ انسان اپنی حقیقت کو بھلا ہوئے تھا۔ اور فطرت کے صحیح راستے سے ہٹ گیا تھا۔

آپ کا ضمیر اس حالت میں مطمئن نہیں تھا مگر آپ کو شعوری طور پر یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کونسا طریقہ ہے جو درست ہے۔ جو کچھ ہو رہا تھا دل کہتا تھا یہ غلط ہے۔ مگر اس کے بجائے کیا ہونا چاہئے۔ اس کے متعلق آپ اس وقت تک کچھ نہیں جانتے تھے۔ ماحول کے خلاف شدید بے اطمینانی نے آپ کے اندر علیحدگی پسندی کا رجحان پیدا کر دیا۔ آپ اپنے گھر کے اندر بیٹھے سوچتے رہتے۔ یا بستی سے دور پہاڑوں کی طرف چلے جاتے۔ اسی دوران میں ایسا بھی ہوا کہ آپ اوڑھ لپیٹ کر بستر پر پڑ رہے اور اس طرح تنہائی کی انتہائی کیفیت اپنے اوپر طاری کر لی۔ ایسا ہی ایک وقت تھا جب کہ وحی الٰہی نے آپ کو ان لفظوں میں مخاطب کیا۔

"اے کپڑے میں لپیٹنے والے" اس ایک فقرے میں آپ کی اس وقت کی حالت کی پوری تصویر آگئی ہے گویا دوسرے لفظوں میں یہ فرمایا کہ اے وہ شخص جو زمانے سے بیزار ہے جس کو لوگوں کا طریقہ صحیح نظر نہیں آتا۔ جس کا دل مضطرب ہے کہ کیا ہونا چاہئے۔

اس طرح خطاب کرنے کے بعد فرمایا۔ "اٹھو اور لوگوں کو ڈرا"۔ یعنی جس وقت حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے تم بے چین تھے اس سے ہم تم کو خبردار کر رہے ہیں اسے لے کر اٹھو اور لوگوں تک پہنچا دو۔ یہ حقیقت کیا ہے اس کو بتایا کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب صور پھونکا جائے گا۔ وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا۔ اس دن ان کے لئے کسی طرح کی آسانی نہیں ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا کوئی الل ٹپ نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کی سلطنت ہے اور یہاں جو لوگ چل پھر رہے ہیں وہ دراصل اپنے امتحان کی مدت پوری کر رہے ہیں۔ انسان آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ کہ وہ جو چاہے کرتا رہے۔ بلکہ اس کو خدا کی مرضی پر چلنا ہے جو اس کا اور ساری کائنات کا مالک ہے۔ جو آدمی خدا کی مرضی پر نہیں چلے گا اس کو آخرت کے دن سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور اس کو ہر طرح کی سہولت سے محروم کر دیا جائے گا۔ یہ ایک عظیم خطرہ ہے جس سے ہر وہ دوچار ہے جو اپنے رب کی مرضی پر نہ چل رہا ہو۔ یہی وہ حقیقت ہے جس سے لوگوں کو ہوشیار کرنا ہے۔ یہی وہ آنے والا خطرہ ہے جس سے لوگوں کو ڈرانا ہے۔ ان فقروں میں زندگی کی اصل حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کی موجودہ زندگی ایک امتحان ہے۔ اور اس امتحان کے مناسب حالات پیدا کرنے کے لئے زمین و آسمان کو ایک خاص طریقے پر بنایا گیا ہے۔ ہر وہ شخص جو یہاں پیدا ہوتا ہے وہ اپنا امتحان دینے کے لئے اس امتحان گاہ میں بھیجا گیا ہے۔ اور ہر وہ شخص مر گیا وہ اپنے امتحان کی پوری مدت کر کے اس دنیا سے واپس چلا گیا یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ جب تمام پیدا ہونے والے اپنا امتحان دے چکے ہوں گے تو مالک کائنات کی طرف سے امتحان کی مدت ختم ہونے کی آخری گھنٹی بجا دی جائے گی۔ اس وقت یہ تمام زمین و آسمان پھٹ جائیں گے جو اسی لئے ایک خاص طریقے پر بنائے گئے ہیں۔ کہ انسانوں کے لئے امتحان کا ماحول تیار کریں آج جو حقیقتیں انسان کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں اس وقت ظاہر کر دی جائیں گی۔ انسان یکایک دیکھے گا کہ اس کی آزادی ختم ہو گئی۔ اور وہ ایک بندۂ مجبور کی طرح اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہے۔ اور ساری انسانیت اپنا حساب دینے کے لئے خدا کے آگے پیش ہو رہی ہے۔

صور ایک خدائی بگل ہے جس کا پھونکا جانا دوسرے لفظوں میں کائنات کے مالک کی طرف سے کائنات میں یہ اعلان کیا جانا ہے کہ اب اس کی عمر کا ایک دور ختم ہو گیا۔ یہ سارا انتظام اس لئے کیا گیا تھا کہ انسان کا امتحان لیا جا سکے۔ یہ کام ہو گیا اور اب امتحان کا نتیجہ سنایا جائے گا۔ یہی وہ آنے والی حقیقت ہے جس سے نبی انسانوں کو آگاہ کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ وقت کی اہمیت سمجھو اور اپنے پرچے ٹھیک سے حل کرو۔ تا کہ آخرت کے دن تم کو ناکامی کا فیصلہ نہ سننا پڑے۔ اور تم سختیوں سے بچ جاؤ۔

اس سے نبی کے کام کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ نبی دراصل "انذار" کرنے والا ہے یعنی وہ زندگی کے انجام

سے لوگوں کو خبردار کرتا ہے وہ لوگوں کو ڈراتا ہے کہ اگر تم نے صحیح عمل نہ کیا تو آخرت میں ناکام و نامراد ہو گے۔ وہ بتاتا ہے کہ تمہاری زندگی کیا ہے اور اس کے مطابق تمہیں کیا کرنا چاہیئے وہ زندگی کی اس حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے۔ کہ جو شخص کفر کی روش اختیار کرے گا اس کو ایک نہایت سخت دن سے سابقہ پیش آئے گا جس سے بچ کر وہ نہیں جا سکتا۔

یہ مندرجہ بالا آیتوں میں پہلے اور آخری فقرے کی تشریح ہے ان دو فقروں کے درمیان نبی کو ذاتی طور پر مخاطب کر کے چند احکام دئے ہیں۔ یہ دراصل وہی باتیں ہیں جن کے متعلق آخرت کی عدالت میں فرداً فرداً ہر ایک شخص سے پوچھا جائے گا۔ اور ان ہی کے کرنے یا نہ کرنے پر اس کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہو گا۔ نبی کو ذاتی طور پر مخاطب کر کے ان احکام سے دراصل یہ بتانا تھا کہ داعی کو صرف سنانا نہیں ہے۔ بلکہ سب سے پہلے خود عمل کرنا ہے۔

پہلی بات فرمائی۔ اپنے رب کی تکبیر کر۔ تکبیر کے معنی ہیں "بڑا بنانا" خدا کو بڑا بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی زندگی میں سب سے اونچا مقام دیا جائے۔ اس کے مختلف پہلو ہیں۔ مثلاً زبان سے اس کی بڑائی بیان کرنا۔ دل میں سب سے بڑھ کر اس کا خیال ہونا۔ زندگی کے معاملات میں کوئی رویہ اختیار کرتے وقت سب سے زیادہ اس کا لحاظ کرنا۔ اپنے مشکل اوقات کے لئے اس کو سب سے بڑا سہارا سمجھنا غرض ہر طرح کی بڑائی اسی کے لئے تسلیم کرنا خواہ اس کا تعلق دل سے ہو یا زبان سے۔ اس تکبیر کا ایک نمایاں پہلو نماز ہے جس میں بار بار اللہ اکبر (خدا سب سے بڑا ہے) کہا جاتا ہے کہ خدا کے بڑے ہونے کا اظہار اس طرح کیا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو انتہائی عاجزانہ شکل میں اس کے آگے ڈال دیا جاتا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ "اپنے کپڑوں کو پاک کر" اپنے کپڑے کو پاک کرنے کا مطلب نفس کو پاک کرنا ہے بیشتر مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں جس طرح ہماری زبان پاک دامن ہے کی اصطلاح ہے جس کے لفظی معنی ہیں وہ شخص جس کے کپڑے پاک صاف ہوں۔ مگر یہ ایک محاورہ ہے۔ جو "پاک دل" کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں بھی محاورہ ہے عرب میں کوئی غداری کرتا اور عہد کو پورا نہ کرتا تو اسے کہتے (یہ گندے کپڑے والا ہے) اور جو شخص عہد کو پورا کرنے والا ہوتا اور اپنی ذمہ داری ٹھیک ٹھیک ادا کر دیتا تو اسے کہتے (یہ صاف کپڑے والا ہے) اسی طرح عام اخلاقی خوبی یا خرابی کو ظاہر کرنے کے لئے بھی یہ الفاظ بولے جاتے تھے۔ تفسیر کی کتابوں میں عرب جاہلیت کے بہت سے اشعار اس سلسلے میں نقل کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے عرب میں یہ الفاظ عام تھے۔

یہ محاورہ بہت با معنی ہے حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آدمی کا لباس اس کی ظاہری صفائی یا گندگی

کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی کا اخلاق اس کی اندرونی پاکیزگی یا خرابی کو بتاتا ہے۔ انسان کی زندگی میں اخلاق کی وہی حیثیت ہے جو جسم کے لئے لباس کی ہے۔ لباس جسم کا نمائندہ ہے۔ اسی طرح آدمی کا اخلاق اس کی انسانیت کی ترجمانی کرتا ہے۔ اپنے کپڑے کو پاک کرو سے مراد یہ ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھا بناؤ اپنے نفس کو برے افعال سے بچاؤ۔ غلط کاموں میں اپنے آپ کو آلودہ نہ کرو۔ کوئی شخص صاف کپڑے پہننے کی مہم چلائے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاف کپڑے پہن کر نکلے۔

اسی طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس منصب پر مامور کیا گیا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیں تو سب سے پہلے خود انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اخلاق حسنہ کو اپنا لباس بنائیں اور خود اسی رنگ میں رنگے جائیں۔ ایک شخص جب اپنے پیغام پر خود عمل کرتا ہے تو دراصل وہ اپنے پیغام کے حق میں اپنے یقین کا اظہار کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی بات میں لوگوں کے لئے کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ اس کی بات کو سنجیدگی سے سنتے ہیں اچھے اخلاق کسی تحریک کے داعی کے لئے ہتھیار کی حیثیت رکھتے ہیں جس سے ہر جنگ جیتی جا سکتی ہے۔ اور ہر دل کو فتح کیا جا سکتا ہے۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ گندگی کو چھوڑ دو۔ گندگی سے مراد وہ خیال یا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اس کائنات میں ہر وہ چیز جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو جو آدمی کو اس کے رب سے دور کرے وہ گندگا اور سب سے بڑی گندگی شرک ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا کہ بتوں کی پرستش گندگی ہے۔ اس سے

بچو۔ (حج ۳۰)

شرک گندگی اس لیے ہے کہ وہ آدمی کی صحیح فطرت کو خراب کرتا ہے۔ وہ کائنات میں ایک ایسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے جو کائنات کے اندر کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ وہ خدا کی خدائی میں کمی کرتا ہے۔ وہ کچھ ہستیوں کو خدا کے برابر ٹھہراتا ہے۔ حالاں کہ خدا کے برابر کوئی نہیں۔ وہ کسی کو یہ درجہ دیتا ہے کہ وہ خدا سے اپنی بات منوا سکتا ہے۔ حالاں کہ خدا کے مقابلے میں کسی کو بھی یہ مقام حاصل نہیں ہے یہ کائنات کے اندر سب سے بڑی بڑائی ہے۔ جس کے لئے گندگی کا لفظ بولنا اس کے خلاف انتہائی نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ جب بھی کوئی شخص خدا سے اپنا تعلق توڑتا ہے یا اس کے سوا کسی اور کے اعتماد پر زندگی کی تعمیر کرتا ہے تو وہ دراصل اپنی فطرت کو گندگی سے آلودہ کرتا ہے۔ جس سے زیادہ بری چیز اس کائنات کے اندر اور کوئی نہیں۔

چوتھا حکم یہ ہے کہ کسی پر احسان کر کے اس سے بدلہ نہ چاہو۔ یہ دراصل بندگان خدا کو صحیح طریقہ پر دینے کا حکم ہے۔ جو غلط طریقہ پر دینے سے منع کرتے ہوئے دیا گیا ہے۔ کہا یہ گیا کہ "بدلہ چاہنے کے لئے نہ دو" کہنا یہ ہے کہ "دو مگر بدلہ نہ چاہو" گویا مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کو خوب دو۔ مگر اس طرح نہ دو کہ لوگوں کی

طرف سے اس کا جواب چاہو۔ بلکہ صرف رضائے الٰہی کے لئے دو۔

بندوں کو دینے کے سلسلے میں خدا کا جو حکم ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کے اوپر دوسرے کا جو حق ہے اس کو پورا پورا ادا کرے۔ اور دوسرے یہ کہ کوئی شخص اگر کسی کو امداد کا مستحق نظر آئے مگر وہ اس کے اوپر کوئی قانونی حق نہ رکھتا ہو پھر بھی اپنی طرف سے اس کی مدد کرے۔ یہاں صرف دوسری شکل کے متعلق حکم دیا گیا ہے۔ مگر اس سے پہلی شکل کی اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب ایسی حالت میں دینے کا حکم دیا گیا ہے جب کہ دینے والے پر پانے والے کا کوئی حق عائد نہ ہوتا ہو اور اس طرح دینا کہ اس سے نہ کسی بدلے کی خواہش کرے اور نہ اس پر اپنا احسان جتائے۔ تو ایسی حالت میں جب کہ آدمی کے پاس کسی کا حق ہوتا ہو، اس وقت تو بدرجہ اولیٰ اس کا حق واپس کرنا پڑے گا۔ جب حق کے بغیر دینے کا حکم ہے تو حق دار کو اس کا حق ادا کرنا تو اور زیادہ ضروری ہو گا۔ کسی کو بلا حق دیتے اس سے بدلہ نہ چاہنا ایک ایسی اعلیٰ صفت ہے جس کا کسی کے اندر موجود ہونا اس بات کا نشان ہے کہ دوسری تمام اخلاقیات بھی ضرور اس کے اندر موجود ہوں گی۔

پانچواں اور آخری حکم ہے کہ

"اپنے رب کے لئے صبر کرو" یہ سارے حکم کی جان ہے جو احکام اوپر دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک ایک حکم پر عمل کرنے کے لئے سخت جانفشانی کی ضرورت ہے۔ اور اپنے نفس پر جبر کرنا ہے۔ باہر کا ماحول اس کے لئے سازگار نہیں ہے۔ اور اندر کا نفس بھی اس کو ناپسند کرتا ہے اس لئے ان احکام کو اختیار کرنے کے لئے مسلسل صبر کی ضرورت ہے۔

اس لئے آخر میں فرمایا کہ "اپنے رب کے لئے صبر کر" یعنی ان حکموں پر عمل کرنے میں اگرچہ تم کو بڑی مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑے گی مگر خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کو برداشت کرو۔ سختیوں اور مسلسل رکاوٹوں کے باوجود حق پر جمے رہنا ہی صبر ہے۔ اور صبر ہی وہ چیز ہے جو ایمان کو ترقی دیتی ہے اور آدمی کو گھستے گھستے اتنا چمکدار بنا دیتی ہے کہ وہ تجلیات الٰہی کا عکس قبول کرنے کے قابل ہو جائے۔

یہاں صبر سے مفسرین نے مختلف معنی مراد لئے ہیں۔ مثلاً مشرکین کی دی ہوئی تکلیفوں پر صبر کرنا یا فرائض کی ادائیگی میں جو سختیاں پیش آئیں ان پر صبر کرنا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ دشمنانِ حق سے جنگ کے موقعہ پر صبر کرنا۔ مگر یہ کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ خدا کی مرضی پر چلنا اور خدا کے دین کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا اول روز سے ہے۔ اور ہر مرحلے میں صبر کا طالب ہے۔ اس کے لئے نفس کی پسندیدہ راہوں کو چھوڑ کر ایک دوسری راہ کو اختیار کرنا ہے۔ اس کے لئے قدم قدم پر مفاد کی قربانی

دینی ہے اس کے لئے ضرورت ہے کہ خدا کے جن احکام پر عمل کرنے کے لئے دوسروں سے کہا جاتا ہے خود اس پر اس وقت عمل کیا جائے جب کہ عام طور پر حالات اس کے لئے انتہائی ناسازگار ہوتے ہیں۔ اس کے لئے موافقین کی طبیعتوں کے اختلاف کو برداشت کرنا ہے۔ اس کے لئے مخالفین کی ڈالی ہوئی رکاوٹوں پر صبر کرنا ہے اور بالآخر اس کے لئے آخری مقابلے کے سخت ترین مراحل برداشت کرتا ہیں۔ قرآنی آیتوں کی نظر میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ عموماً اسی نوعیت کے ہیں۔ خدا کا کلام ایک ہمہ گیر کلام ہے جو مختلف پہلوؤں پر حاوی ہوتا ہے۔ مفسرین کا اختلاف عموماً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ کسی آیت کے انہی مختلف پہلوؤں کو ظاہر کرتا ہے۔ جن کو وہ آیت سمیٹے ہوئے ہے۔

خلاصہ | ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام کے داعی کی اصل حیثیت یہ ہے کہ وہ آخرت کے آنے والے دن سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے۔ یہ بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ اس دن تمام اگلے پچھلے پیدا ہونے والے مالکِ کائنات کی عدالت میں حاضر ہوں گے اور ہر ایک کے عمل کے لحاظ سے اس کے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

دوسری چیز: وہ پانچ احکام ہیں جو نبی کو اس وقت دئے گئے تھے جب اس کو خدا کی طرف سے لوگوں کو ہوشیار کرنے کے منصب پر مامور کیا گیا تھا۔ ان احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک داعی کو کس قسم کا ہونا چاہیئے۔ جو شخص انسانوں کے درمیان حق کا علمبردار بن کر کھڑا ہو اس کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خدا کو اپنا بڑا بنائے۔ اور اس کے آگے بالکل اپنے آپ کو جھکا دے۔ پھر اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھے اخلاق کا لباس پہنے۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شرک کی گندگی سے اپنے آپ کو بچائے خواہ وہ کسی شکل میں بھی ہو۔ پھر بندگانِ خدا پر رحم کرنے والا ہو۔ اور ان کے حقوق ادا کرنے والا ہو۔

آخری اور ضروری چیز یہ ہے کہ اس کے اندر اتنی ہمت ہو کہ اپنے کیرکٹر تعمیر کرنے اور اپنے منصب کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے جو دشواری بھی اس کی راہ میں پیش آئے اس کو وہ برداشت کرے جس کی سختی بڑے سے بڑے آدمی کے لئے بھی ناقابلِ برداشت ہوگی۔

یہ پانچ خصوصیات اپنے اندر پیدا کئے بغیر کوئی شخص دعوتِ حق کا کام نہیں کر سکتا۔

مضمون نگار حضرات سے التماس ہے کہ مضامین روشنائی سے کاغذ کے ایک طرف تحریر فرمائیں۔ صاف اور خوشخط لکھیں۔ پنسل یا بال پین سے تحریر شدہ مضامین پڑھے نہیں جاتے۔

(ادارہ)